ابنائے فارس

ملا ہے تم کو لوائے احمد | زمانہ پائے گا نور تم سے
تم اس کے نوروں سے ہو منوّر | جو مالک الملک دو جہاں ہے
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

خدا کے فضلوں کے تم ہو وارث | خدا کی رحمت کے تم ہو جاذب
خدا کے فضلوں کو روک دے جو | وہ کون ظالم ہے اور کہاں ہے
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

تمہارے کپڑوں سے ڈھونڈیں برکت | ملوکِ دنیا کہا یہ حق نے
یہ قول ہے اس کی وحیٔ برحق | جو مالکِ روح جسم و جاں ہے
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

تمہیں ہو جن سے ہے نور پھیلا | مٹے ہیں ظلمتکدے جہاں کے
تمہارے دم سے بنایا حق نے | نیا زمیں اور آسماں ہے۔
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

وہ نورِ ایماں جو جا چکا تھا | معلقاً تھا وہ بالثریا
تمہارے ہاتھوں سے ہم نے پایا | کوئی بتائے یہ کم نشاں ہے؟
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

بشیر و محمود تم ہو بے شک | امین و مسعود تم ہو بے شک
دلیل معبود تم ہو بے شک | گواہ خود مہدیٔ زماں ہے
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

جو ہو کے بینا ہوئے ہیں اندھے | بنے ہیں ابلیس کے وہ بندے
خدا نے ان کو کیا ہے رسوا | یہ صادقوں کیلئے نشاں ہے
تمہیں مبارک ہو یہ خلافت

یہ اہلِ فارس ہیں میرے پیارے | ہماری آنکھوں کے ہیں یہ تارے
بشارتیں دی ہیں ان کی تو نے | انہی کے قدموں میں اب اماں ہے
انہیں مبارک ہو یہ خلافت

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

61

فلسفۂ خلافت

از جناب عبد الرحیم صاحب شبلی بی کام

خلافت رسالت کی تکمیل کرتی ہے

خلافت اور رسالت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ہم ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ رسالت کا کام اس قدر وسیع اور متنوع ہے کہ اس کی تکمیل بغیر خلافت کے ناممکن ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں نبوت کی ذمہ واریاں مندرجہ ذیل آیت میں بیان کی گئی ہیں

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۝

اس آیت میں نبوت کے چار کام بیان کئے گئے ہیں

۱۔ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا۔

۲۔ شریعت کے اصول سمجھانا۔

۳۔ مذہبی احکام کی حکمت سکھانا۔

۴۔ ان کی اخلاقی و روحانی حالت سدھارنا

ظاہر ہے کہ یہ کام صرف نبی کی زندگی میں تکمیل نہیں پا سکتے۔ ان کو اوجِ ترقی تک پہنچانے کیلئے خلافت کی موجودگی از بس ضروری ہے۔ نبی تو صرف ایک بیج بوتا ہے جس کی آبیاری اور حفاظت کا کام خلفاء کے سپرد ہوتا ہے اور یہ بیج اُنہی کی زندگی میں بڑا ہو کر ایک درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس کے فردوس آگیں سایوں میں لوگ گناہوں کی گرمی سے پناہ لیتے ہیں

نبوت ایک روحانی امر ہے۔ اور اس روحانی امر کی تکمیل کے لئے محافظ یا خلفاء بھی روحانی ہونے چاہئیں۔ اور اُن کو اپنی مشکلات کے حل کیلئے ہر وقت خدائی نصرت اور الٰہی امداد میسر ہونی چاہئے۔ ورنہ یہ فریضہ اس قدر اَدَق ہے۔ اِس ذمہ واری اور وسیع ہے کہ دنیاوی بادشاہ یا امراء اس کو محض اپنی ذاتی قابلیت سے ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے پس خلفاء کے لئے آسمانی رشد اور ہدایت اشد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کے خلفاء کو خلفائے راشدین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

الغرض خلافت چونکہ رسالت کی تکمیل کرتی ہے۔ اور نبی کی طرح خلیفہ کو بھی الٰہی نصرت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے اس لئے اگر خلافت کو ظلّی رسالت کے نام سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

خلافت کی اہمیت

خلافت کی اہمیت سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ نبوت کی تکمیل کرتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وَعد اللّٰہ الّذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الّذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امناً یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون ۝

یعنی اللہ تعالےٰ نے مومنین اور صالحین سے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرح وہ قبل ازیں خلفاء مقرر کیا کرتا تھا اسی طرح اب بھی کیا کرے گا۔ تاکہ ان کے ذریعہ سے وہ دین قائم ہو جو خدا تعالےٰ نے ان کے لئے چنا ہے۔ اور ان کے خوف کو وہ امن میں تبدیل کریگا یہ لوگ میری عبادت کریں گے۔ اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ جو شخص اس کے بعد منحرف ہوگا۔ وہ فاسق ہے۔ (سورۃ نور)

اس آیہ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے خلافت کو اس لئے اہم قرار دیا ہے۔ کہ وہ نبی کے دین کی حفاظت اور لوگوں کے خوف کو امن میں تبدیل کرتی ہے۔ نبی کی وفات کے بعد لوگوں کو بالعموم خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید نخلِ شریعت بادِ مخالفت کے تند اور مسموم جھونکوں سے مامون و مصئون نہ رہ سکے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم اس خطرہ کو دور کریں گے۔ اور اپنا ایک راستباز بندہ دین کے استحفاظ کے لئے کھڑا کر دیں گے۔

پھر خلافت کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ اسلام مرکزیت کا قائل ہے۔ اور کسی وقت بھی اپنے متبعین کو بکھرا ہوا برداشت نہیں کر سکتا۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً صاف قرآنی حکم ہے۔ پس جب نبوت مٹ جاتی ہے تو خلافت اس کی جگہ آ کر لے لیتی ہے اور اس طرح قوم کا شیرازہ قائم رہتا ہے

پھر کئی احکام اسلام کے ایسے ہیں جو بغیر خلیفہ کی موجودگی کے سرانجام نہیں دئیے جا سکتے۔ مثلاً زکوٰۃ اور بیت المال وغیرہ کا نظام بجز خلیفہ کے کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی خلافت کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔

خلافت کی اقسام

خلافت تین قسم کی ہے (۱) روحانی اور دنیاوی (۲) صرف روحانی۔ (۳) صرف دنیاوی

مؤخرالذکر خلافت اس وقت ہوتی ہے۔ جب اسلامی ریاست کا کوئی شخص اس لئے امیر بن جائے کہ وہ کسی گذشتہ بادشاہ کا لڑکا تھا۔ اس کو ہم حقیقی معنوں میں خلافت نہیں کہہ سکتے۔ ہم اسے خلافت صرف رسماً کہتے ہیں۔

اوّل الذکر خلافت کی مثال حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کی ہے کیونکہ آپ کو روحانی اور دنیاوی دونوں بادشاہتیں میسّر تھیں۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت قسم دوم کے ماتحت آتی ہے۔ کیونکہ آپ کو یا آپ کے خلفاء کو دنیوی بادشاہتیں تفویض نہیں کی گئیں۔ بلکہ آپ صرف روحانی بادشاہ ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیوی بادشاہتوں کا نہ ہونا کسی خلیفہ یا نبی کی اہمیت کو کم نہیں کرتا۔ خلفاء کا اصل فریضہ روحانی ہے۔ دنیوی بادشاہت محض ایک ثانوی امر ہے۔

پس ایک نبی نبی ہی رہے گا خواہ اُسے دنیوی طاقت دی جائے یا نہ۔ اسی طرح ایک خلیفہ خلیفہ ہی ہے خواہ اسے دنیوی طاقت میسّر ہو یا نہ ہو۔

روحانی خلفاء جیسا کہ سورہ نور کی مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہے خدا تعالےٰ خود مقرر کرتا ہے۔ اگرچہ انبیاء کے خلفاء کا انتخاب لوگوں کے ذریعہ سے ہی انجام پاتا ہے۔ لیکن وہ بھی دراصل خدا تعالےٰ کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیت استخلاف صرف اُن انبیاء یا خلفاء کے لئے ہے جن کو دینی اور دنیوی دونوں اختیارات تفویض کئے گئے ہوں۔ لیکن یہ بات قرآن۔ حدیث۔ اور عقل کے صریح خلاف ہے۔

قرآن شریف یا احادیث میں یہ انعام کسی خاص قسم کے نبی یا خلیفے کے ساتھ مختص نہیں کیا گیا۔ بلکہ خواہ نبی محض روحانی ہو یا اُسے دنیوی حکومت بھی دی جائے اُس کے خلفاء خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی مقرر کئے جائیں گے۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا تعالےٰ کے قائم کردہ روحانی بادشاہ ہیں اس لئے آپ کے خلفاء بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر کئے جائیں گے۔

نبوت اور خلافت

نبوت خلافت سے بدرجہا افضل ہے۔ لیکن نبوت کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی نبوت کا چغہ کس کو پہنائے گا۔

62

پھر قرآن مجید میں نبوت کی مثال بارش سے دی گئی ہے جو معلوم نہیں کب برسے گی۔ لیکن خلافت ہر وقت قائم ہو سکتی ہے۔ اور جس وقت بھی مسلمان اپنے اندر اخلاص پیدا کرنا چاہیں۔ وہ کسی شخص کی بیعت کر کے ایک ہاتھ پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اور اس اجتماع کے ساتھ یقیناً اللہ تعالےٰ کی نصرت ہو گی۔

پس خلافت اس لحاظ سے بہتر ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر آن قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن نبوت کا استحکام خدا تعالےٰ کے بکلی اپنے اختیار میں ہے۔ اور بندے اس کو معرضِ عمل میں لانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔

خلافت کی ماہیت

اسلام میں خلافت ایک امانت ہے جو لوگوں کے نمائندہ کو دی جاتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللّٰہ نعما یعظکم بہ ان اللّٰہ کان سمیعًا بصیرًا ہ

اللہ تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم حکومت کی ذمہ واری اس شخص کے سپرد کر دو جو اس کا اہل ہو اور جب تم حکومت کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اس بات کا وعظ کرتا ہے جو بہتر ہے۔ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیہ شریفہ کے پہلے حصہ میں بتایا گیا ہے کہ حاکم کا انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کوئی شخص خود ہی اپنی قابلیت یا ورثہ کی بنا پر حکمران نہیں ہو سکتا۔

پھر حکومت کو ایک امانت کہا گیا ہے۔ اور لوگوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ یہ امانت اس شخص کے سپرد کریں جس کو وہ اس کا اہل سمجھتے ہیں۔

گویا اسلام میں حکومت یا خلافت اختیارات کا تفویض کرنا ہے اور خود بخود کسی چیز پر قبضہ کر لینا نہیں ہے۔ حکومت اسلام میں ایک جائیداد نہیں ہے جس پر ورثہ یا کسی اور بنا پر قبضہ کیا جا سکتا ہو۔ بلکہ یہ ایک امانت ہے جو لوگ اپنے کسی نمائندے کے سپرد کرتے ہیں۔

پس حکومت کی امانت پر اصلی قبضہ لوگوں کا ہے نہ کسی خلیفہ یا حکمران کا

حکومت کو امانت قرار دینے کی ایک اور حکمت یہ ہے کہ امیر یا حکمران کو اس کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیئے جس طرح وہ اپنی ملکیت کی کرتا ہے اور جب وہ فوت ہو تو یہ امانت بلا کم و کاست بلکہ کسی بہتر صورت میں کسی دوسرے لائق شخص کے حوالہ کر دینی چاہیئے

پھر اس آیت میں حکمرانوں کو یہ بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ عدل کے ساتھ حکومت کریں۔

اس آیت کے آخر میں ان اللّٰہ نعما یعظکم بہ کے الفاظ میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں لوگ اس نمائندہ طرزِ حکومت کو چھوڑ کر شاہی یا وراثتی طرزِ حکومت کو اختیار کر لیں گے مگر مسلمانوں کو متنبہ رہنا چاہئے۔ کیونکہ انتخاب کے ذریعہ سے بنایا ہوا دستور اساسی سب سے بہترین ہے۔

پس اسلام میں خلافت ایک نمائندہ حکومت ہے اور ایک امانت ہے جو لوگوں کے ذریعہ سے بہترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے

خلیفہ کا انتخاب

میں نے بتایا ہے کہ اسلام میں خلیفہ منتخب کیا جاتا ہے۔ وہ از خود یا ورثہ کی بنا پر خلافت پر قابض نہیں ہو سکتا۔ اب میں خلیفہ کے انتخاب پر کچھ تفصیلی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ کا انتخاب چار طریق پر ہو سکتا ہے

(۱) چند اکابر کسی شخص کو تجویز کریں۔ اور باقی مسلمان اس کو تسلیم کریں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر کا انتخاب اسی طرح سے معرضِ عمل میں آیا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام خلافت کے لئے منتخب کیا۔ جس کی تصدیق خزرج قبیلہ نے بھی کی۔ اگلے دن حضرت ابوبکر منبر پر چڑھے۔ اور تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔

(۲) خلیفہ خود اپنا جانشین نامزد کرے اور باقی مسلمانوں کی حمایت اُسے حاصل ہو جائے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب محسوس کیا کہ آپ کی وفات نزدیک ہے تو آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور بعض دیگر صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا۔ اور حضرت عثمان کو بلا کر اس مضمون کا ایک حکم نامہ لکھوایا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے سامنے پڑھ دیا جائے۔ لیکن مسلمانوں کی اجتماعی رائے معلوم کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت اسمہؓ کو دربار کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے سامنے سہارا دے کر کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اور وہاں سے مسلمانوں کو بزبان خود دریافت فرمایا "مسلمانو! کیا تم میرے انتخاب سے مطمئن ہو۔ میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ بلکہ عمر بن خطاب ہے۔ میں نے تمہارے لئے بہترین شخص منتخب کیا ہے اب تمہارا کام ہے کہ تم اس کی کامل فرمانبرداری کرو"

سب مسلمانوں نے اس سفارش کی تائید کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خلیفہ نامزد کیا گیا تھا لیکن بالآخر اس کی منظوری عوام سے لی گئی۔

(۳) مجلس شوریٰ مقرر کی جائے۔ اور وہ خلیفہ کا انتخاب کرے۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ہوا علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور بعض مؤرخین کے نزدیک عبداللہؓ بن عمر پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنی جس نے آپس میں اور دیگر اکابرین ملت سے جو ان دنوں حج کے لئے آئے ہوئے تھے مشورہ کر کے حضرت عثمان کو خلیفہ تجویز کیا۔ اگلے دن یہ تجویز تمام مسلمانوں کے سامنے رکھی گئی۔ اور انہوں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔

(۴) بالکل عام انتخاب ہو۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا انتخاب تمام مسلمانوں نے کیا۔ دراصل اس زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے قتل کی وجہ سے لوگوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ اور کوئی شخص خلافت کی ذمہ واری اپنے سر پر لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخر لوگوں کے زور دینے پر حضرت علیؓ نے خلیفہ بننا منظور فرمایا۔ اور اس طرح عوام کی رائے پر خلیفہ کے انتخاب کا اصول حضرت علیؓ کے بارہ میں بھی برتا گیا۔

پس اسلام میں خلیفہ عوام مقرر کرتے ہیں۔ خواہ وہ نامزد ہو یا اس کی سفارش کی جائے۔ بالآخر عوام کی منظوری لینا اشد ضروری ہے۔ کوئی خلیفہ محض ورثہ کی بنا پر یا از خود خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اور یہ خلافت راشدہ کی سنت سے ثابت ہے

خلیفہ کے اختیارات

اسلام میں خلیفہ کے اختیارات غیر محدود نہیں ہیں بلکہ اُسے اپنے آپ کو شریعت اسلامیہ کا پابند رکھنا نہایت ضروری ہے۔

خلیفہ کو عوام کے نمائندوں سے مشورہ لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ یعنی ان کے لئے استغفار اور معافی طلب کر۔ اور اُن سے اپنے معاملات کے لئے مشورہ لے لیا کر۔ لیکن جب تو ایک امر کا فیصلہ کر لے تو اس پر خدا تعالےٰ کے بھروسہ پر قائم رہ

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لاخلافۃ الا بالمشورۃ یعنی مشورہ کے بغیر کوئی خلافت نہیں ہے

پس خلیفہ کے لئے مشورہ طلب کرنا ضروری ہے لیکن شریعت کی حدود کے اندر رہ کر اس پر کاربند ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وہ فاذا عزمت فتوکل

62

علی اللہ کے ارشاد کے ماتحت عوام کی رائے کو مسترد بھی کر سکتا ہے۔ اگرچہ استرداد صرف اسوقت ہو گا۔ جب اسلام اور جماعت کے فائدہ کے لئے وہ اس رائے کو ٹھکرانا اشد ضروری سمجھے۔

پس خلیفہ اس لحاظ سے جمہوریت پسند ہے۔ کہ اس کو عوام کی رائے لینا ضروری ہے۔ لیکن وہ اس لحاظ سے مطلق العنان نہیں ہے جن معنوں میں عام شخص اور مستبد بادشاہ ہوتے رہے ہیں۔

کیا خلیفہ معزول ہو سکتا ہے

مَیں پہلے بتا چکا ہوں خلیفہ خدا بناتا ہے اگرچہ اس کا انتخاب لوگوں کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے۔ لیکن اس انتخاب کو تائید خداوندی میسر ہوتی ہے۔

پس خلیفہ کو معزول بھی خدا ہی کر سکتا ہے۔ لوگوں کو اس کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اور نہ خلیفہ از خود ہی مستعفی ہو سکتا ہے۔

خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے حالات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کہ اگر خلفار کا اپنا اختیار ہوتا تو وہ ضرور مستعفی ہو جاتے۔ لیکن اسلام کے احکامات ان کو ایسا کرنے سے روکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے خون سے ثابت کر دیا کہ خدا تعالےٰ کے قائم کردہ خلفار مستعفی یا معزول نہیں ہو سکتے۔

جب حضرت عثمانؓ سے باغیوں نے استعفےٰ کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے نہایت جرأت سے فرمایا کہ ”جو جُبّہ خدا تعالےٰ نے مجھے خود پہنایا ہے وہ میں خود ہی کیسے اتاروں۔ ہاں جو شکایت آپ کو ہے وہ میں دُور کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر میں مستعفی ہو جاؤں تو آئندہ ہر چھوٹی چھوٹی بات پر استعفےٰ کا مطالبہ ہو گا“

اسی طرح حضرت علیؓ نے ابو موسےٰ اور عمرو بن العاص کے فیصلہ کو جو انہوں نے معاویہ اور حضرت علیؓ کے درمیان کیا ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ہرگز مستعفی نہ ہوئے۔

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ حضرت حسنؓ تو معاویہ کے لئے دستبردار ہو گئے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت حسن خلفائے راشدین میں سے ہرگز نہ تھے۔ دوسرے تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو قوم نے بحیثیت مجموعی خلیفہ منتخب نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف اہل کوفہ نے ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور وہ خود بھی اپنے آپ کو خلیفہ تصور نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ معاویہ سے جنگ لڑنے گئے تو مشہور تاریخدان میور کے بیان کے مطابق ان کا دل لڑنے کو نہیں چاہتا تھا۔ اور بالآخر وہ خود ہی معاویہ کے سامنے جُھک گئے۔

روحانی خلفار تو یک طرف اسلام تو عام دنیاوی بادشاہوں کے عزل یا استعفی کا مطالبہ بھی مستحسن نہیں سمجھتا۔ چنانچہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عن انس ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی۔ یعنی اگر تم پر حبشی بھی حکمران ہو تو اس کی کامل فرمانبرداری کرو۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظهرك واخذ مالك فاسمع واطع یعنی اگر تمہارا امیر تمہارا مال بھی چھین لے۔ اور تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے تو بھی تم اس کی اطاعت کرو۔ اور اس کی بات کو سُنو۔

پس جو لوگ روحانی خلفار کی دست برداری کا مطالبہ کرتے ہیں وہ ذرا اس بات پر سوچیں کہ اسلام تو عام مسلمان حکمرانوں کی معزولی کو بھی مستحسن نہیں سمجھتا۔ چہ جائیکہ تم کہتے ہو کہ خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ مستعفی ہو جائے۔

اسلام میں ایک صورت ہے جب امیر کی نافرمانبرداری کرنے کی اجازت ہے۔ اور اس کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا۔ عن عبادة بن الصامت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعة فی منشطنا ومکرهنا وعسرنا ویسرنا واثرة علینا وعلی الا ننازع الامر اهله الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیه برهان ؕ

یعنی عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت میں ہم سے وعدہ لیا کرتے تھے کہ ہم ہر حال میں خواہ ہمارے حقوق کا خیال رکھا جائے یا نہ رکھا جائے تنگی اور ترشی میں اپنے امیر کی فرمانبرداری کریں گے۔ سوائے اس کے کہ ہم اُنمیں کفر بواح کے آثار دیکھیں۔ یعنی جب ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ شریعت کے صریح منافی کام کر رہا ہے اس صورت میں بھی بغاوت کی اجازت نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس مقام سے ہجرت کر لی جائے۔ اور باہر جا کر پُر امن ذرائع سے یا اگر ضرورت ہو۔ تو جنگ کے ذریعہ سے اُس کو معزول کرنے کی کوشش کی جائے۔

حضرت رسول کریمؐ بغاوت کے اسقدر خلاف تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ستروں بعدی اثرة وامورا تنکرونها قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ۔ قال ادوا الیهم حقهم وسلوا اللہ۔

یعنی میرے بعد تم ایسے امیر بھی مقرر کرو گے جو تمہارے حقوق کو پامال کریں گے۔ اور ایسے افعال کے مرتکب ہوں گے۔ جن کو تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا۔ اُن کو ان کے حقوق دے دو۔ اور اپنے حقوق اللہ تعالےٰ سے مانگو۔

بیعت سے علیحدگی

اسلام ایک دفعہ بیعت کر کے اس کو توڑنا سخت ممنوع قرار دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ ومن کفر بعد ذالك فاولٰئك هم الفاسقون یعنی جو ایک دفعہ بیعت کر کے اس سے منحرف ہو گا وہ صریح طور پر فاسق ہے۔

اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات میتة جاهلیة

یعنی جو بیعت توڑ کر جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے۔ اور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔ وہ غیر اسلامی موت مرتا ہے۔

پس معاہدۂ بیعت توڑنا سخت ممنوع اور فاسقوں والا کام ہے۔ جب تک کسی امیر میں کفر بواح ثابت نہ ہو اس کے خلاف چون وچرا کرنا یا اس کی ذات پر اعتراض کرنا بھی تقوےٰ کے خلاف ہے۔

اب جو لوگ خلافت احمدیہ پر اعتراض کر رہے ہیں وہ مذکورہ بالا باتوں کو مدنظر رکھ کر ذرا غور کریں۔ کیا ان کے مشاغل خلاف از تقوےٰ اور اور صریح اسلامی تعلیم کے منافی نہیں ہیں۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ

بقیہ مضمون صفحہ ۱۰

پھر حضورؑ نے اس پسر موعود کے نام کے متعلق سبز اشتہار میں تحریر فرمایا۔

”مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود۔ اور تیسرا نام بشیر ثانی بھی ہے اور ایک اور الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے“

معاندینِ خلافت کیلئے لمحۂ فکریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسقدر پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے سوچنے کا مقام ہے کہ آخر ان کا مصداق کون ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام یا مصری صاحب یا کسی اور پر اس پیشگوئی کے ایک حرف کا بھی اطلاق نہیں ہوتا پس اگر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ان پیشگوئیوں کے مصداق نہیں ہیں۔ تو ہمیں بتایا جائے کہ آخر ان کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟

پیشگوئیوں سے صاف ظاہر ہے کہ انکا انطباق حضرت مسیح موعود کی اولاد و مطہرہ میں سے ہی کسی پر ہو گا۔ اور حضورؑ کے اپنے الفاظ میں وہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ہی ہیں۔ پس اس واضح اور صریح پیشگوئی سے انکار سوائے حضرت مصلح موعود کے اور کوئی [illegible] (شیخ [illegible])

خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے

جناب عبد الرحیم صاحب شبلی - بی - کام

موجودہ فتنہ پردازوں کی غرض یہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی مقرر کردہ خلافت کو مٹا کر اُس کی جگہ ایک نئی امارت کھڑی کریں - لیکن شیطانی وسوسہ اُن کے دل میں محض اس لئے پیدا ہؤا کہ وہ خلافت کو ایک سیاسی مسئلہ سمجھتے ہیں - حالانکہ اگر شریعت اسلامیہ پہ غور کیا جائے - تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت ایک سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک مذہبی مسئلہ ہے -

آجکل دنیا میں سیاسی حکومتیں تین طرز کی ہیں -

۱- مطلق العنانیت -

۲- جمہوریت -

۳- آمریت -

مطلق العنان بادشاہ اپنے افعال کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا - وہ ورثہ میں تخت کو حاصل کرتا ہے - اور اُس کے سامنے کوئی مجوزہ پروگرام نہیں ہوتا - بلکہ جو اُس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے -

جمہوریت ابراہیم لنکن کے الفاظ میں "لوگوں کی، لوگوں کے لئے، لوگوں کے ذریعہ ایک حکومت ہے" - یعنی جمہوریت میں لوگ اپنا ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں - جو ان کے پروگرام کے ماتحت اُن کے لئے ان پر حکومت کرتا ہے - اس شخص کو پریسیڈنٹ کہتے ہیں - وہ خود مختار نہیں ہوتا - بلکہ ہر کام لوگوں کے مشورہ کے ساتھ کرنے پر مجبور ہوتا ہے - اگر لوگوں کو اُس پہ اعتبار نہ رہے تو وہ اسے معزول کر سکتے ہیں - اور اس کی جگہ کسی اَور کو پریسیڈنٹ منتخب کیا جا سکتا ہے -

آمریت میں یہ ہوتا ہے کہ کوئی پارٹی ملک میں برسرِ اقتدار آجاتی ہے - جس کے لیڈر کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جاتا ہے - وہ گویا اس لحاظ سے خود مختار ہوتا ہے کہ وہ عوام کی مرضی کے بعد جو قانون چاہے ملک میں نافذ کر سکتا ہے - لیکن وہ پارٹی کے مشورہ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا - اگر پارٹی کو اس پر اعتبار نہ رہے تو اُس کو مستعفی ہونا پڑتا ہے - اس شخص کو ڈکٹیٹر کہتے ہیں - یہ اگرچہ پریسیڈنٹ سے وسیع اختیارات کا مالک ہوتا ہے - اَور عوام کی رضامندی کے بغیر سب کچھ کر سکتا ہے - لیکن بہر حال اپنی پارٹی کی مرضی پر اس کا اقتدار ہوتا ہے - اگر پارٹی ناراض ہو جائے تو ڈکٹیٹر معزول ہو جاتا ہے - ایسے ڈکٹیٹروں کی مثال جرمنی - اٹلی - روس - ٹرکی اور آسٹریا میں ملتی ہے -

گویا ان تین سیاسی طرزِ حکومتوں میں ہمیں تین باتیں بالبداہت نظر آتی ہیں -

۱- بعض حکمران بالکل مطلق العنان ہوتے ہیں - اور وہ جو جی چاہے کرتے ہیں - وہ قوم کے سامنے جواب دہ نہیں - ان کو تخت بھی ورثہ میں ملتا ہے -

۲- بعض حکمران منتخب کئے جاتے ہیں - وہ عوام کے نمائندہ ہوتے ہیں - اور انہی کی مرضی پر اُن کا اقتدار ہوتا ہے - جب لوگوں کو ان پر اعتبار نہ رہے ان کو مستعفی ہونا پڑتا ہے -

۳- بعض حکمران سب سے طاقتور پارٹی کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں - لیکن ان کا اقتدار پارٹی کی مرضی پر ہے - وہ اگرچہ بہت حد تک خود مختار ہوتے ہیں - لیکن پارٹی کی رضامندی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے -

اب اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت ان تینوں طرزِ حکومتوں سے بالکل مختلف ہے - نہ تو خلافت خود مختار بادشاہت ہے جس میں جو جی چاہے کوئی کر سکتا ہے - اور نہ خلافت کا استحکام عوام یا زبردست پارٹی کی مرضی پہ ہے -

خلیفہ اس لحاظ سے یقیناً خود مختار ہے کہ وہ عوام کے مشورہ کو مسترد کر سکتا ہے - لیکن اُس کو تخت ورثہ میں نہیں ملتا - اور نہ وہ شریعت اسلامیہ کی حدود سے باہر جا سکتا ہے - اس لئے اُسے ہم مطلق العنان نہیں کہہ سکتے -

خلافت جمہوریت پسند اس لحاظ سے ضرور ہے - کہ خلیفہ کو بھی مشاورھم فی الامر کے حکم کے ماتحت عوام سے مشورہ لینا ضروری ہے - لیکن چونکہ وہ عوام کے مشورہ کو مسترد کر سکتا ہے - اور لوگوں کے اعتبار کے زائل ہو جانے پر بھی وہ مستعفی نہیں ہو سکتا - اس لئے ہم خلافت کو جمہوریت کا نقشہ نہیں کہہ سکتے - یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر عوام کو خلیفہ میں اعتبار نہ رہے تو وہ اُن کے کہنے پر معزول ہو جائیگا بلکہ اسلام تو ہر حال میں امیر کی فرمانبرداری اور اطاعت کی تلقین کرتا ہے - اور امیر امیر ہی رہے گا - خواہ قوم کو اس پہ اعتبار رہے یا نہ رہے

اسی طرح خلافت آمریت کے مترادف اس لئے نہیں ہے کہ خلیفہ سب سے زبردست پارٹی کا نمائندہ نہیں ہوتا - بلکہ جب خلیفہ ایک دفعہ منتخب ہو جائے تو سب پارٹیوں کو یکجا ہو جانا پڑے گا - ورنہ باقی پارٹیاں منافق اور فتنہ پرداز کہلائیں گی - دوسرے اگر بعد میں اس پارٹی کا اعتبار خلیفہ پر جاتا بھی رہے تو بھی اُس کو اپنی پوزیشن پر مستحکم رہنا ضروری ہے وہ کسی حال میں از خود یا لوگوں کے کہنے پر مستعفی نہیں ہو سکتا -

علی العموم خلیفہ شریعت کی حدود کے اندر لوگوں کے مشورہ پر چلے گا - لیکن اگر وہ اسلام اور اُس کے نظام کے لئے کسی مشورہ کو مفید نہ سمجھے تو وہ بلا خوف و خطر خدا تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے اُس کو مسترد کر سکتا ہے - اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف چون چرا کرے - بلکہ ایسا کرنے والا صریح طور پر منافق اور فتنہ پرداز ہے -

پس جو لوگ آجکل خلیفہ کو معزول کرنے کے شیطانی منصوبے باندھ رہے ہیں - وہ ذرا سوچیں تو کیا وہ اسلامی احکام کے خلاف نہیں کر رہے ہیں - کیا وہ خلافت کو ایک سیاسی مسئلہ نہیں سمجھ رہے ہیں - در آنحالیکہ وہ مذہبی مسئلہ ہے -

سیاسی اداروں کی طرح خلافت کے مذہبی ادارہ کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا - جو اصول سیاسی حکومتوں میں برتے جا رہے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں ہرگز نہیں برتے جا سکتے -

جو لوگ آجکل یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم خلیفہ کو معزول کر کے نیا انتخاب کروائیں گے - وہ دراصل اسلامی مسئلہ خلافت کو سمجھے ہی نہیں - ان کے نزدیک خلافت غالباً ایک جمہوریت ہے - جس میں پریسیڈنٹ عوام کی مرضی پر منتخب کیا جاتا ہے - اور جب عوام کو اس پر اعتبار نہ رہے تو اُس کی جگہ نیا صاحب صدر منتخب کیا جاتا ہے - حالانکہ اسلام میں اگر خلیفہ ایک دفعہ منتخب ہو جائے تو اُس کے بعد وہ کسی حال میں یعنی نہ از خود اور نہ لوگوں کے کہنے پر اپنے عہدہ سے دست بردار ہو سکتا ہے - میں کہتا ہوں کہ اگر ساری قوم بھی خلیفہ سے منحرف ہو جائے تو بھی وہ خلیفہ ہی رہے گا - اُس کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے - وہی اُس کی امداد اور [illegible]ت کرے گا - اور اگر اس کی ساری قوم بھی بفرض محال اُس سے [illegible]

62

بدظن ہو جائے۔ تو بھی خدا اُسے دوسری قوم عنایت کرے گا۔ اور پہلی قوم کو نیست و نابود کر دیگا۔

اس بات کا ثبوت کہ خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ خلیفہ وعد اللہ الذین آمنو منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کے ماتحت خدا خود مقرر کرتا ہے۔ اور دوسرے من کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفٰسقون کی آیت کے ماتحت جو شخص ایک دفعہ بیعت کر کے خلیفہ سے روگردانی کرتا ہے وہ یقیناً فاسق ہے۔ پس اگر خلافت ایک سیاسی ادارہ ہوتا۔ تو خدا یہ ہرگز نہ کہتا کہ وہ خلیفہ خود مقرر کرے گا۔ یا اگر کوئی شخص خلیفہ سے منحرف ہو جائے گا تو اُس کو فاسقوں والی سزا دی جائے گی۔ پس جب بیعت کرنا یا چھوڑنا موجب ثواب و عذاب ہے تو اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اسلامی خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے۔

اگر شیخ مصری صاحب نے لکھا ہے کہ جماعت میری بات پر کان دھرے گی تو اُن کو صاف طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ یہاں جماعت کے کان دھرنے کا سوال ہی نہیں۔ اگر ساری جماعت بھی نعوذ باللہ نعوذ باللہ ان کے ساتھ ہو جائے۔ تو بھی وہ خدا تعالےٰ کی مقرر کردہ خلافت کو نہیں توڑ سکتے جس کو ایک دفعہ جماعت نے چُن لیا۔ وہ پھر جماعت کے کہنے پر ہرگز ہرگز معزول نہیں ہو سکتا۔ یہ شریعت کا مسئلہ ہے۔ اور مصری وغیرہ کے کہنے پر اس میں کوئی تغیر واقع نہیں کیا جا سکتا۔

پھر بعض منافقین کہتے ہیں کہ خلیفہ کو آزاد کمیشن مقرر کر کے اُن کی خرافات کا جواب دینا چاہیئے۔ حالانکہ یہ بھی شریعت اسلام کے خلاف ہے۔ اور مذہبی مسئلہ نہیں۔

تمام سیاسی اداروں میں تو ہو سکتا ہے۔ کہ افسران سے ان کے اعمال کی جواب دہی کی جائے۔ لیکن خلافت میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ خلیفہ کی مہربانی ہے اگر وہ کسی موقع پر قوم کے نمائندوں کے سامنے اپنے افعال یا لائحہ عمل کی حکمت کو واضح کر دے۔ لیکن قوم اس کو ایسا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ یہ اس لئے کہ خلیفہ جب ایک دفعہ منتخب ہو گیا تو وہ قوم کا نمائندہ نہیں رہا بلکہ خدا کا نمائندہ بن گیا۔ وہ اپنے عہدہ پر قوم کے اعتبار پہ قائم نہیں ہے بلکہ خدا کے اعتبار سے قائم ہے۔

پس اسلامی خلافتوں میں خلیفہ پہ سوال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے قوم کے سامنے بلایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کو جائز شکایت ہو تو خلیفہ یقیناً اس کو آئینی طور پر سُنے گا۔ لیکن جب اُس نے فیصلہ کر دیا۔ تو اُس کے خلاف منافرت پیدا کرنی یقیناً خلاف از تقویٰ اور مذہب ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے متعلق فرمایا ہے کہ جب تم خلیفہ یا امیر کو ایسے افعال کا مرتکب دیکھو جو تمہارے نزدیک مستحسن نہیں ہیں تو اُس کے خلاف منافرت پیدا نہ کرو۔ بلکہ اس کو اس کا حق دے دو۔ اور اپنا حق خدا تعالےٰ سے مانگو (ستروں بعدی اُنحرنا و اموراً تنکرونھا قالوا فما تامرنا یارسول اللہ قال ادّوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم)

اس حکم کے علی الرغم جن لوگوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی بیعت فسخ کی ہے وہ ذرا غور کریں۔ کیا انہوں نے شریعت کے احکام کے مطابق عمل کیا؟

الغرض جو لوگ بیعت توڑ رہے ہیں۔ یا آزاد کمیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یا نئے انتخاب کی شیطانی تجاویز کر رہے ہیں وہ یقیناً اسلامی خلافت کے مسئلہ کو نہیں سمجھے۔ وہ اس کو سیاسی مسئلہ سمجھتے ہیں درآں حالیکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ اسلام میں خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے۔

خلافت حضرت محمود ایدہ الودود کی حقانیت پر

امام ہمام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی

از جناب عبدالرحیم شبلی بی کام

قدرتِ ثانیہ

رسالہ الوصیت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے واسطے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔“

اب سوال یہ ہے کہ اس قدرتِ ثانیہ سے مراد کیا ہے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو ہمیں تین باتیں بالصراحت نظر آتی ہیں۔

(۱) قدرت ثانیہ اللہ تعالےٰ کی قدیم سنت کے مطابق ہو گی۔

(۲) وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے معاً بعد شروع ہو جائے گی

(۳) یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔

دوسری طرف قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے بعد خدا تعالےٰ کی سنّت مستمرہ یہی ہے کہ وہ خلفاء مقرر کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وعد اللہ الذین آمنو منکم و عملو الصٰلحات لیستخلفنھم فی الارض۔

پس صاف ظاہر ہے کہ قدرتِ ثانیہ سے مراد ”انجمن“ یا ”علماء سلسلہ“ نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد خلافت ہے۔ جس کا معرضِ عمل میں لانا قدیم سنت اللہ ہے۔

قدرتِ ثانیہ کا مظہر اوّل

جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ تو آپ کو متفقہ طور پر

قدرتِ ثانیہ کا مظہر اوّل قرار دیا گیا۔ چنانچہ اخبار الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۶ جون ۱۹۰۸ء میں رسالہ الوصیت کی جو عبارت ہیں نے نقل کی ہے۔ اُس کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے۔ اس کے لئے جماعت کا فرض ہے۔ کہ ہر جگہ اس قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے لیے مِل مِل کر دعا کریں۔ اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ **خداتعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کا مظہر اوّل** ہمیں عطا کیا۔ وہ مظہر اول ہی ہے جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ یعنی حضرت حکیم الامتہ"

پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی خلافت تک تمام علمائے سلسلہ کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ قدرتِ ثانیہ والی پیشگوئی کا اطلاق خلفاء کرام پر ہوگا۔ لیکن اب نہ جانے اس اختراع میں کیا حکمت ہے کہ پیغامی "انجمن اور علمائے سلسلہ" کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین قرار دے رہے ہیں۔

قدرتِ ثانیہ کا مظہر دوم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا ہے۔ کہ قدرتِ ثانیہ "دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔" ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس قدرت کا مظہر اوّل حضرت حکیم الامتہ مولٰنا مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ خلیفۃ المسیح اوّل تھے۔ اب ہمارے لئے اس بات کی جستجو باقی ہے کہ حضرت حکیم الامتہ کے بعد اِس قدرتِ ثانیہ کا مظہر دوم کون ہے؟

ہمارا یعنی جماعت احمدیہ قادیان کا ایمان ہے کہ قدرتِ ثانیہ کے مظہر دوم سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ اس مضمون میں میں آپ کی خلافت کی حقانیت کے متعلق صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی پر اکتفا کروں گا۔ تاکہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں وہ اس مسئلہ پر غور کر سکیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین آپؑ کا بیٹا ہوگا

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح محمدی کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ یتزوّج ویولد لہٗ یعنی وہ شادی کرے گا۔ اور اس کی اولاد پیدا ہوگی۔

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کے اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ۔ **خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا۔ جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔**"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

پھر "آئینہ کمالات اسلام" میں صفحہ ۵۷۸ پر حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"ففی ھذا اشارۃٌ الی ان اللہ یعطیہ ولدًا صالحًا یشابہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین۔"

اس حدیث میں دراصل اشارہ اس طرف ہے کہ خداتعالےٰ مسیح موعودؑ کو ایک ایسا **ولد صالح** دے گا جو اپنے **باپ کا مشابہ ہوگا**۔ اور اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ پھر وہ اللہ تعالےٰ کے مقربین میں سے ہوگا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ آپؑ کا ایک جانشین آپ کی اولادِ مطہرہ میں سے ہوگا۔

ولدِ موعود کس زوجہ کے بطن سے ہوگا

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ولدِ موعود کس زوجہ مطہرہ کے بطن سے پیدا ہونا تھا۔ اور وہ کون ہے؟

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خداتعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کریگا جو **آسمانی رُوح** اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا۔ کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لائے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے **جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔**"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۴۸)

پھر آگے چل کر حضورؑ رقمطراز ہیں۔

"اس (خدا) نے **ایک نئے خاندان کے** لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا۔ اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی۔ اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا۔ **اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی۔** سو جیساکہ وعدہ دیا گیا تھا۔ ویسا ہی ظہور میں آیا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۶۳)

اب یہ تو ہر شخص کو علم ہے۔ اور لاہوریوں کو بھی اس سے انکار نہیں کہ حضور علیہ السلام کی زوجہ مذکورہ سے حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں۔ اور آپ ہی اس

پسرِ موعود کی نشانیاں

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداتعالےٰ سے علم پاکر اپنے اس بیٹے کی بھی تعیین فرمادی جو آپ کے بعد آپ کا جانشین ہونے والا تھا۔ چنانچہ جب ۱۸۸۶ء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلوت میں رہ کر ریاضت کرنے کے لئے ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ تو خداتعالےٰ نے آپ سے ایک طویل مخاطبت کی جو عظیم الشان پیشگوئیوں کی حامل تھی۔ اور تذکرہ صفحہ ۱۳۹/۱۴۲ پر یوں مندرج ہے۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔ **سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے** ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پائیں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے **سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے**

تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔

وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔

خدا تعالےٰ کا یہ پُر جلال کلام محتاج تشریح نہیں اس کے ایک ایک لفظ میں پیشگوئیاں مضمر ہیں۔ جو بالبداہت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ پر حرف بحرف صادق آتی ہیں۔

بشیر اوّل کی پیدائش اور وفات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پسر موعود کی میعاد پیدائش بھی متعین فرما دی تھی۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضور نے تحریر فرمایا۔

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا"

تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۲۸ پر بھی لکھا۔

"اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے"

لیکن اس عرصہ میں ایک اور لڑکا بھی حضور کے یہاں تولد ہوا۔ جو اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں وفات پاگیا۔ لیکن یہ لڑکا جس کا نام بشیر اول رکھا گیا تھا۔ پسر موعود نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشیر اول کی پیدائش سے قبل ایک اشتہار میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ حضور نے لکھا ہے

"آج ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے۔ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس سے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۷۶)

پس حضور علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ بہت ممکن ہے کہ بشیر اول پسر موعود نہ ہو۔ اور نو سال کے اندر کسی بعد کے عرصہ میں ہو۔ اور حضور نے یہ بھی پیشگوئی فرما دی تھی۔ کہ اکثر لوگ اس لڑکے کی وفات پر میری پسر موعود والی پیشگوئی کے متعلق شک میں پڑ جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا۔

"یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں گے"

پسر موعود کے مصداق حضرت محمود ہیں

اس کا ذکر حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳۶۶ پر حضور رقمطراز ہیں۔

"ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا۔ تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار ان کو کہا گیا۔ کہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت ہوں گے پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالےٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت دی۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر اس کے وعدہ کا ٹلنا ممکن نہیں ہے"

یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ ۷ کی۔ جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہ تعالےٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے"

یہ پیشگوئی حضور اقدس نے اپنے ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں بھی شائع فرمائی۔ چنانچہ لکھا

"ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا"

اس کے بعد "تریاق القلوب" میں حضور رقمطراز ہیں۔

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اسکا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ "محمود""

مسئلہ استخلاف
پر
حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے خیالاتِ زرّیں

ضرورت خلافت

"میں اجتماع کو بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ اجتماع پر خدا تعالےٰ کے بہت بڑے فیضان اور برکات نازل ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی بڑی تاکید قرآن مجید میں آئی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اجتماع ہمیشہ ایک ہی شخص پر ہو سکتا ہے ایک درخت کی خواہ لاکھ شاخیں ہوں۔ اور سب کی سب ہاتی میں بھی ہوں۔ لیکن اگر وہ درخت سے جدا ہوں۔ تو بجائے اس کے کہ وہ سرسبز ہوں وہ سب کی سب خشک اور مردہ ہو جائیں گی۔ بلکہ پانی کو بھی متعفن کر دینگی اسی طرح اگر مسلمان ایک شخص کے ہاتھ پر اکٹھے نہ ہوں تو ان کی حالت بھی اس درخت کی ٹہنیوں کی سی ہو گی۔ اگر وہ درخت کے ساتھ رہیں گی تو سرسبز رہیں گی۔ ورنہ نہیں۔" (الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۲ء)

خلیفہ کا تقرر

"میں نے تمہیں بارہا کہا ہے۔ اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ۔ مجھے بھی خدا نے ہی خلیفہ بنایا ہے" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"جس طرح ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اسی طرح پر خدا تعالےٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔ پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے۔"

(بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

"اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو خدا نے سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"میں اس مسجد میں قرآن ہاتھ میں لے کر اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں اور نہ تھی۔ اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے اس نے جو چاہا کیا۔ تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اور اس نے آپ، نہ تم میں سے کسی نے، مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا۔ میں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے میں تمہارے مال۔ اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں ——— پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔"

(الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۱۲ء)

خلیفہ پر اعتراض کرنا

"اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے۔ اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو۔ تو وہ اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اور اگر وہ ابیٰ اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے۔ تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے۔ تو سعادتمند فطرت اُسے اسجدوا لآدم کی طرف لے آئے گی۔ اور اگر ابلیس ہے، تو وہ اس دربار سے نکل جائیگا۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو تو اس کی استقامت کی کوشش دعا سے کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرنا کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھاؤ گے اگر میں گندہ ہوں تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے۔ یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو۔ جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرتا ہے وہ دعا میں خرچ کرو۔ اور اللہ سے اس کا فضل چاہو۔ تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر ہرگز نہیں ہوگا۔ ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کیا کرو۔"

(بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

خلیفہ کا عزل

"خدا نے مجھے جس کام پر مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اُتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ۔ تو بھی میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا۔ اور نہ کروں گا۔"

"تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔"

"خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے معزول کرنا ہو گا تو وہ مجھے موت دیدے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالے کرو۔ تم معزولی

کی طاقت نہیں رکھتے - میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گذار نہیں ہوں - جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا — وہ بھی توبہ کرے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ و دستوری سمجھتا ہے۔" (الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۱۲ء)

"پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے - اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے - اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا (چادر) کو مجھ سے چھین لے"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے - نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے - اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے - میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا - جس کو خدا چاہے گا - اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا - تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں - تم خلافت کا نام نہ لو - مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے - اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں - اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے - اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو - میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔"

(بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲ پر دیکھیں)

میرا سفر اور اس سے واپسی

جیسے کہ احباب کو معلوم ہے میں دو سال سے مرض ذیابیطس میں مبتلا ہوں - اور صحت اس حد تک گر چکی تھی کہ کسی قسم کا کام کرنا اور چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا تھا آخر اطباء کے مشورے کے ماتحت میں تبدیلی آب وہوا اور علاج کے لئے دکن چلا گیا۔ تقریباً دو ماہ تک سکندر آباد کے پرفضا مقام پر حضرت والد صاحب قبلہ کے سایہ عاطفت میں میں نے ٹھہر کر علاج اور آرام حاصل کیا۔

میری غیر حاضری میں الحکم کا نکلنا بہت کار دارد تھا۔ تاہم عزیزم مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب عرفانی کی ہمت اور سعی سے دو پرچے شائع ہو سکے - اور تیسرا پرچہ جو میں اب شائع کر رہا ہوں - یہ بھی ان کی ہی ہمت اور محنت کا نتیجہ ہے - اس پرچہ کے لئے مکرمی شبلی صاحب بی۔ کام نے نہایت محنت سے قیمتی مضامین لکھے ہیں - شبلی صاحب کی اس محنت اور عزیز نوازی کے لئے ان کا بھی مشکور ہوں۔ شبلی صاحب ایک اچھے لکھنے والے نوجوان ہیں - اگر ان کی ہمت افزائی ہو تو وہ علمی طور پر بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔

الحکم کی موجودہ حالت میری بیماری اور احباب کی اس بے توجگی کے نتیجہ میں ہے کہ وہ بقائے ادا کرنے میں غیر معمولی لاپرواہی سے کام لے رہے ہیں - میں اپنے معزز قارئین سے یہ التماس کرنے کے لئے مجبور ہوں کہ اگر وہ اپنے فرض کو ادا فرماویں تو ایسا انتظام ہو سکتا ہے کہ باوجود میری کمزوری صحت کے پرچہ وقت پر شائع ہو سکے - الحکم سلسلہ کا پہلا اخبار ہے - اور یہ یادگار مسیح ہے اس کو ہر قیمت پہ زندہ رکھنے کی سعی کرنا ایک زندہ جماعت کا فرض ہے - میں اب جبکہ واپس آگیا ہوں میں پوری سعی کروں گا کہ اخبار کو وقت پر شائع کروں - مگر یہ موقوف ہے جماعت کی توجہ اور مالی قربانی پر۔

بالآخر میں ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں - جو میری غیر حاضری میں خطوط کے ذریعے میرے پرسان حال رہے میری صحت کے لئے دعا کرتے رہے نیز میں ان معاصرین کا بھی شکر گذار ہوں جن کے پرچے تبادلے میں بدستور موصول ہوتے رہے۔

محمود احمد عرفانی

کلیم احمد عرفانی

خدا کی مشیت اور منشاء نے میرے لئے اس سفر میں ایک ابتلاء کا سامان پیدا کر دیا - اور وہ ابتلاء میرے ننھے بچے کلیم احمد عرفانی کی وفات تھی - میں محبت سے اسے کلیم پاشا کہا کرتا تھا - کیونکہ اس کی طبیعت میں غیر معمولی سنجیدگی - متانت اور ذہانت تھی - پیدائش کے بعد جلد ہی اس کے چہرے پر ددری ہو گئی تھی - جس کی وجہ سے بہت تکلیف میں تھا - اور اس کے چہرے پر تمام زخم ہو گئے تھے - اور وہ بسا اوقات درد سے نڈھال ہو جاتا تھا - مگر خدا تعالے نے اسے ایسی قوت صبر عطا کی تھی کہ وہ بہت کم روتا تھا - ہر وقت اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور بشاشت نظر آتی تھی -

پاشا دانت نکال رہا تھا - اس کی وجہ سے دست آتے تھے - اور پھر ان دستوں نے ہیضہ کی صورت اختیار کر لی تھی - جہاں تک میرا علم ہے - اس کے علاج میں کچھ غلطی ہوئی - اور اس غلطی نے میرے عزیز بچے کو ہمیشہ کے لئے ہمارے سے جدا کر دیا - انا للہ وانا الیہ راجعون -

اس کی وفات سے قبل اس کا چہرہ ددری کی مرض سے بالکل صاف ہو گیا تھا - اور اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا خدا کی قدرت ہے کہ میں گذشتہ سال اس کی پیدائش کے وقت بھی سکندر آباد مقیم تھا - اور اس سال اس کی وفات کے وقت بھی سکندر آباد میں ہی مقیم تھا - اس کی وفات کی خبر پر سکندر آباد کی جماعت نے عموماً اور خاص طور پر حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی الہ دین صاحب اور ان کے خاندان کے تمام افراد نے مجھ سے بڑی ہمدردی کی - اور جماعت حیدر آباد سے سیٹھ غوث صاحب اور ان کے کنبے نے اور عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر جج ہائی کورٹ نے ازحد ہمدردی کی - نواب صاحب موصوف مع فضل میں اس خبر کو پڑھ کر ہائی کورٹ سے سیدھے میرے پاس آئے - اور پوری ہمدردی کی اسی طرح قادیان میں جماعت کے سر چھوٹے بڑے ہر

بزرگ نے میرے ساتھ ہمدردی کی اور اس کے علاوہ قادیان کی ہندو پبلک کی طرف سے بہت سے دوستوں نے میرے پاس آکر میرے غم میں شرکت کا اظہار کیا - اللہ تعالے ان سب کو میری طرف سے جزائے خیر دے -

میرا کلیم ۲۶ اگست ۳۶ء کو اس دنیا میں بطور مہمان کے آیا - اور ۱۳ اگست ۳۷ء کی شب کو ۹ بجے اپنے حقیقی گھر کو سدھار گیا - ہم اپنے مولےٰ کریم کی رضا پر راضی ہیں - اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر اپنے لخت جگر کو اسے سونپ چکے ہیں -

(محمود احمد عرفانی)

سیرت المہدی کا ایک ورق

قرآن کریم ہی تمام پاکیزہ تعلیموں کا حامل ہے

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کی قلم سے

میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا دنیا میں جتنے راست باز آئے۔ ان تمام نے یہی شہادت دی کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ اُس کا کوئی خالق نہیں۔ وہی سب کا خالق ہے۔ وہ سب چیزوں سے جدا ہے۔ وہ کسی چیز سے جدا نہیں ہے۔ اس کی سب صفات ازلی ہیں۔ اُس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو بے کار رہی ہو اسی لئے وہ بے مثل ہے۔ اور وہ اپنی قدرتوں میں یگانہ ہے۔ تمام راست باز اسی ایک نقطہ پر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے آتے رہے ہیں جتنی آسمانی کتابیں ہیں ان میں یہی تعلیم ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اور تمہارا ملجا و ماویٰ ہے۔ اُسی سے مانگو جو مانگو۔ اُسی کے آگے جھکو اور کسی کے آگے نہ جھکو۔ وہی تمہارے دکھوں کو دور کرنے والا ہے۔ اور کوئی تمہارے دکھوں کو دُور کرنے والا نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے۔ وہ ہر وقت تمہارے قریب ہے۔ وہ کسی وقت بھی تم سے دور نہیں ہوتا۔ اے عزیزو پیارو یہ ہے وہ خدا جس کی طرف تمام راستباز توجہ دلاتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ ایک ہی آواز ان تمام کے اندر سے نکلتی چلی آرہی ہے۔ اور یہی آخری آواز ہمارے آقا ہمارے سردار سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نکالی تھی کہ ایک ہی معبود ہے اُسی کی عبادت کرو۔ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور اس توحید کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں کیسے پاک اور مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ اے عزیزو تم ذرا سوچو تو سہی ان مختصر الفاظ میں کیسی پاک اور توحید الٰہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور محمد الرسول اللّٰہ کہہ کر کیسی شرک کی جڑ نکال کر پھینک دی گئی ہے۔ فرمایا عبادت کے قابل تو فقط ایک وہی پیارا ہے جس نے محمد رسول اللہؐ کو پیدا کیا۔ اور تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا تا تمہیں بتلا دے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسی ذات پاک ہے۔ جس کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اور میں تو اُس کا بندہ ہوں۔ اور اس نے مجھے رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تو اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اے عزیزو! کبھی تم نے سوچا بھی ہے کہ جس تعلیم پر ہم اعتراض کرتے ہیں کیسی پاک اور توحید الٰہی کی تعلیم ہے اور کیسی شرک کی جڑ کاٹنے والی تعلیم ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد الرسول اللّٰہ کو لگا کر یہی سمجھانا تھا کہ تا تمہیں سمجھ آجاوے کہ اللہ اللہ ہے بندہ بندہ ہے۔ اللہ وہ ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے اور سب کا سہارا ہے۔ اور بندہ وہ ہے جو پیدا کیا گیا اور اپنے نفع اور ضرر کا بھی مالک نہیں ہے۔ وہ کسی کا سہارا کیا ہوگا۔ وہ خود خدا تعالیٰ کے سہارے کا محتاج ہے

اے میرے عزیزو اب میں تمہارے ہی انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ کیا وید میں بھی یہی تعلیم ہے۔ فرمایا اگر وید میں بھی ایسی ہی پاک تعلیم ہوتی تو آج تم ایسے شتر بے مہار نہ ہوتے۔

دیکھو قرآن کریم نے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کیسا پاک اصول دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی متقی ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ دیکھو کیسا پاک اصول ہے۔ اور کیسی رواداری اور دنیا میں امن پیدا کر دینے والی تعلیم ہے۔ جس میں ذات پات کے جھگڑے ہی نہ رہے۔ اور نہ کوئی چھوٹا اور نہ کوئی بڑا رہا۔

پھر فرمایا وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الّذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین اللہ کی راہ میں لڑو تو ان سے ہی لڑو جو تم سے لڑیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ دیکھو کیسی رواداری کی تعلیم ہے۔ کیا کوئی انصاف پسند اس تعلیم پر اعتراض کر سکتا ہے پھر فرمایا وقاتلوا ھم فی سبیل اللّٰہ واعلموا ان اللّٰہ سمیعٌ علیم۔ ان سے ہی جنگ کرو جو تم سے جنگ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے سننے والا ہے اور علیم ہے۔

اے عزیزو! ایسی رواداری کی تعلیم ویدوں میں سے پیش تو کرو۔ ہرگز ہرگز وید میں تم رواداری کی تعلیم پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وید میں رواداری کی تعلیم دی ہی نہیں گئی۔ وید تو اپنے ماننے والوں سے بھی نیک سلوک کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ چاروں وید ہی بتلا رہے ہیں کہ وید میں رواداری کی تعلیم نہیں ہے۔ اگر وید میں رواداری کی تعلیم ہوتی تو وید ایسی سختی کی تعلیم نہ دیتا۔ کہ برہمن کے سوا اور کوئی شودر وغیرہ وید کو نہ پڑھے۔ اور اگر کوئی شودر وید کو پڑھ بھی لے تو اس کی سزا ایسی تجویز کی گئی ہے کہ جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کیسی پاک تعلیم ہے کہ یہ کسی کو بھی نہیں روکتا۔ بلکہ تاکید کرتا ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنا چاہیئے۔ فرمایا۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدّکر۔ ہم نے تو اس قرآن کریم کو آسان اتارا ہے۔ کوئی ہے جو اس قرآن کریم سے نصیحت پکڑے۔ الغرض یہ نصیحت ایسی درد انگیز طور سے بیان فرمائی گئی تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے قرآن کریم آسمان سے ہی نازل ہو رہا ہے۔

پھر یہ بھی فرمایا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے لئے نصیحت ہی کرتے ہیں۔ ہم کسی مذہب پر بھی بدنیتی سے حملہ نہیں کرتے۔ اور نہ ہماری غرض کسی پر حملہ کرنے کی ہوتی ہے ہماری غرض تو راستی کے اظہار کرنے کی ہوتی ہے۔ اور ہم نے یہ اعلان بھی کر دیا۔ کہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے وطنی برادر جب ہم اُن کو اُن کے گھر کی خبر دیتے ہیں۔ تو وہ شور ڈال دیتے ہیں۔ کہ تم بھی تو ہمارے خلاف لکھتے ہو۔ حالانکہ ہم تو ان کو ان کے اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام پر کئے ہوتے ہیں۔ اور جو سراسر حقیقت کے خلاف ہیں۔

وصیتیں

نمبر ۸۴۳۴ - منکہ عظیم الدین ولد مولوی کریم الدین صاحب قوم شیخ پیشہ سوداگر چرم عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت جون ۱۹۲۸ء ساکن ساہیوال ضلع سرگودہا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ جون ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد ایک رہائشی مکان میرے بھائی کے ساتھ مشترکہ ... ساہیوال ضلع سرگودہا ہے۔ جس کی اندازاً قیمت دو ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ پچاس روپے ماہوار ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ تازیست ماہ بماہ بد حصہ آمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر جس قدر میرا ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہو گا۔ لہٰذا یہ وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کردی ہے

العبد:۔ عظیم الدین سوداگر چرم بقلم خود حال حیدرآباد سندھ خلیلی۔

گواہ شد:۔ خواجہ صدیق احمد سیٹھی احمدی سوداگر چرم حیدرآباد سندھ خلیلی بقلم خود۔

گواہ شد:۔ حفیظ احمد انسپکٹر بیت المال بقلم خود۔

نمبر ۸۴۷۷ - منکہ احمد خاں ولد سردار خاں قوم رہان راجپوت پیشہ زمینداری عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن موضع چھنی تاجہ رہان ڈاکخانہ مڈھ رانجھہ ضلع سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۵/۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ البتہ میں بیس روپے ماہوار کا ملازم ہوں۔ اس کے متعلق میری وصیت ہے کہ اس کا ۱/۱۰ حصہ تازیست ادا کرتا رہونگا میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر مجھے اللہ تعالےٰ کوئی اور جائیداد دے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کا ۱/۱۰ حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت ہو گا۔

العبد:۔ ملک احمد خاں حال عمر آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ ریلوے اسٹیشن کنجیجی۔ ضلع تھرپارکر سندھ۔

گواہ شد: نیک محمد خاں غزنوی بقلم خود۔

گواہ شد:۔ عبد الرحمن قادیانی بقلم خود

نمبر ۸۴۲۰ - منکہ شیخ غلام رسول ولد شیخ دلدو قوم خوجہ پیشہ تجارت دکانداری عمر ۵۰ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن گکھڑیاں ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۵/۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں

اوّل ایک مکان خام واقعہ میروال۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ جس کی قیمت اندازہ دو سو روپیہ تک ہے

دوم:۔ ایک مکان خام واقعہ گکھڑیاں ضلع سیالکوٹ جہاں میری اس وقت سکونت ہے موجود ہے۔ اس کی قیمت بھی اندازاً دو سو روپیہ تک ہے۔ ان ہر دو مکانات کی مجموعی قیمت موجودہ وقت قریباً چار سو روپیہ ہوتی ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ یعنی ۴۰ روپے بتفصیل ذیل ادا کردونگا مکان واقعہ میروال میں عنقریب فروخت کرنے والا ہوں اس کی جسقدر بھی قیمت مذکورہ بالا اندازہ کے مطابق یا اس سے جس قدر زیادہ وصول ہو گی اس کا ۱/۱۰ حصہ ۲۰ روپے یا زیادتی کی مناسبت سے جس قدر بھی ۱/۱۰ حصہ ہو یکمشت ادا کردوں۔ اور دوکان واقعہ گکھڑیاں کا ۱/۱۰ حصہ ۲۰ روپے باقساط دو سال تک ادا کردوں گا۔

سوم۔ میری ماہوار آمد بصورت تجارت جس پر میرا گذارہ ہے اس وقت پندرہ روپیہ ماہوار کا اندازہ ہے جو سالانہ ۱۸۰ روپے ہوتے ہیں۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں کہ مبلغ ۱۸ روپیہ سالانہ بفضلِ خدا ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر میری آمد میں ترقی ہوتی گئی تو اسی نسبت سے انشاء اللہ وصیت میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ اور پہلے میرا چندہ عام ۱۰ سالانہ ہے اب ۱/۱۰ حصہ کے حساب سے وصیت کے بعد ۱۸ روپے سالانہ ادا کیا کروں گا۔ چندہ شرط اول عنقریب جماعت کے ساتھ ارسال ہو گا۔ نیز اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ جائز وارث ہو گی۔ جس کی ادائیگی کے میرے وارث ذمہ دار ہوں گے۔ والسلام ۱۷/۵/۳۷ء

العبد:۔ شیخ غلام رسول دوکاندار گکھڑیاں ضلع سیالکوٹ بقلم خود۔

گواہ شد:۔ سید عبد اللطیف انسپکٹر بیت المال۔

گواہ شد:۔ سید نذیر حسین پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گکھڑیاں بقلم خود۔

نظارت بیت المال کے اعلانات

شرح چندہ میں اضافہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ موصی اور غیر موصی احباب جو خوشی سے پسند فرمائیں اپنی شرح چندہ میں تین سال کے لئے حسب ذیل طریقوں پر اضافہ کریں۔

(۱) جو دوست موصی ہیں وہ اپنے حصہ آمد کا ایک درجہ بڑھا دیں۔ مثلاً جو موصی اب اپنی آمد کا دسواں حصہ ادا کرتے ہیں وہ تین سال تک نواں حصہ داخل کرنا منظور فرمائیں۔ اور جو دوست نواں حصہ دیتے ہیں وہ آٹھواں حصہ دینا شروع کردیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس

(۲) غیر موصی احباب اپنا چندہ عام بجائے ایک آنہ فی روپیہ کے سوا آنہ فی روپیہ کے حساب سے دیا کریں۔ مندرجہ بالا ہر دو قسم کے اضافے اختیاری ہیں۔ یعنی جو دوست خوشی سے بڑھانا چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔ مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ صدر انجمن کی موجودہ مالی حالت کے پیش نظر اور حضور کی تحریک کے احترام میں احباب جماعت کا بیشتر حصہ مجوزہ اضافہ چندہ اپنی خوشی سے قبول کرے گا۔ موصی اور غیر موصی اصحاب کو جو اس طرح اپنا چندہ بڑھائیں گے حق ہو گا کہ تین سال کے بعد اپنی پرانی شرح پر لوٹ آئیں۔

اضافہ کی اطلاع دیتے وقت یہ ضرور تحریر فرمائیں کہ اضافہ کس تاریخ سے ہے۔ اور پہلے چندہ یا حصہ آمد کی کس قدر رقم ہوا کرتی تھی۔ اور آئندہ کیا ہوا کرے گی۔

بنکوں کا سود

چونکہ بعض لوگ اپنا روپیہ ڈاکخانہ کے سیونگ بنک اور دیگر بنکوں میں جمع کراتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کے عوض ان کو بنکوں سے سود دیا جاتا ہے لہٰذا اطلاع عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتوے کے مطابق احمدی احباب کے لئے ایسے سود کو اپنی ذات پر خرچ کرنا یا اپنے اعزا و اقارب کو یا رشتہ داروں۔ ہمسایوں یا مسکینوں کو دینا جائز نہیں ہے بلکہ بالکل حرام ہے۔ البتہ ایسا روپیہ اشاعتِ دین اسلام کی مد میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از صفحہ ۱۸۶ تا صفحہ ۱۹۰

لہٰذا احباب کو چاہئے کہ اس قسم کے سود کو اشاعتِ اسلام پر خرچ کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں بھیجا کریں۔ تمام عہدہ داران جماعت کو چاہئے کہ اس فتویٰ کو نوٹ کرلیں اور جماعت کو اسکی طرف توجہ دلاتے رہا کریں۔ والسلام

ناظر بیت المال۔